INTERNATIONAL PREMIER JOURNAL OF LANGUAGES & LITERATURE (IPJLL)
VOLUME 4, ISSUE 1, 2026 p-ISSN: 3007-2336 e-ISSN: 3007-2344

مدارس اور جدیدتعلیم کا امتزاج:دینی مدارس میں عصری علوم کے ادغام کی اہمیت ، چیلنجز اور عملی اقدامات

Muhammad Jamal jamalqadrimiu@gmail.com	Lecturer, Department of Islamic Studies Mohi ud Din Islamic University, MIU DIS, AJK, Pakistan.
Iftikhar Ahmed iftikhar3732@gmail.com	MPhil Scholar, Department of Islamic Studies Mohi ud Din Islamic University, MIU DIS, AJK, Pakistan.

Abstract

دینی مدارس اسلامی تہذیب و تمدن کے تسلسل، فکری تشکیل اور مذہبی اقدار کے تحفظ میں ایک ناقابل ِانکار کردار کے حامل ادارے رہے ہیں۔ برصغیر میں اسلامی تشخص کے تحفظ اور مسلم عوام کی دینی ضروریات کی تکمیل کے لیے ان اداروں نے ایک عظیم علمی روایت قائم کی ہے۔ تاہم عصرِ حاضر میں علم کی وسعت ، سماجی پیچیدگیوں ، سائنسی انقلاب ، ٹیکنالوجی کی پیش رفت اور فکری تیز رفتاری نے علمی و تربیتی اداروں کو ایک نئے دوراہے پر لاکھڑا کیا ہے جہاں محض دینی علوم کی تعلیم جدید دنیا کے چیلنجز سے عہدہ برآ ہونے کے لیے کافی نہیں رہی۔ اسی تناظر میں دینی مدارس کے نصاب و نظام میں عصری و سائنسی علوم کا ادغام ایک اہم علمی و فکری ضرورت بن چکا ہے۔ زیر نظر خلاصہ اسی علمی ضرورت کی وضاحت ، اس سے وابستہ چیلنجز کے تجزیہ اور اس ضمن میں ممکنہ اصلاحی اقدامات کی نشاندہی کے لیے ترتیب دیا گیا ہے تاکہ علمی و تحقیقی سطح پر ایک مربوط و متوازن فہم پیش کیا جا سکے۔ تحقیق کا آغاز اس سوال سے ہوتا ہے کہ دینی مدارس کی موجودہ ساخت اور نصابی تشکیل کس حد تک عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور کیا مدارس میں عصری علوم کی شمولیت ممکن، مفید اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے قابل ِ قبول ہے؟ اس حوالے سے تحقیق میں نہ صرف مدارس کے تاریخی و نظریاتی پس منظر کو بنیاد بنایا گیا ہے بلکہ موجودہ عالمی تناظر میں مسلم معاشروں کی تعلیمی محرومی، فکری تنزلی اور سائنسی عدم پیش رفت کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ تحقیق کا مقصد مدارس اور جدید تعلیم کے امتزاج کے لیے ایک ایسا فکری اور عملی خاکہ مہیا کرنا ہے جو مدارس کے اصل مقصد کو برقرار رکھتے ہوئے انہیں عصرِ حاضر کے فکری و سائنسی میدانوں میں مؤثر کردار ادا کرنے کے قابل بنا سکے۔موضوع کی اہمیت اس بات سے بھی اجاگر ہوتی ہے کہ مدارس پاکستان میں کروڑوں طلبہ کی دینی و اخلاقی تربیت کے مراکز ہیں اور اگر ان اداروں کو جدید تعلیم کے دھارے سے جوڑ دیا جائے تو نہ صرف تعلیمی خلیج ختم ہو سکتی ہے بلکہ علمی تفریق ، سماجی طبقاتی تقسیم اور فکری محدودیت بھی بتدریج کم کی جاسکتی ہے۔ ایسے فارغ التحصیل طلبہ جو قرآن و سنت سے مزین ہونے کے ساتھ ساتھ سائنسی و سماجی علوم سے بھی بہرہ ور ہوں، وہ نہ صرف دینی قیادت کے اہل ہوں گے بلکہ ریاستی اداروں ، بین الاقوامی تعلقات ، سماجی فلاح و بہبود اور سائنسی تحقیق جیسے شعبوں میں بھی قابل اعتماد کردار ادا کر سکیں گے۔ یہی وہ ہم آہنگی ہے جو ایک صالح ، باشعور اور ترقی یافتہ اسلامی معاشرے کی بنیاد بن سکتی ہے۔اس موضوع پر تحقیق پر اشد ضرورت اس لیے بھی محسوس کی گئی کہ مدارس کو ایک مخصوص دائرہ کار تک محدود کردینے کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ دینی تعلیم کے حامل افراد کو عملی زندگی میں فکری ہم آہنگی ، پیشہ ورانہ مہارت اور عصری تقاضوں کے ساتھ مطابقت پیدا کرنے میں شدید دشواری کا سامنا ہوتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دینی طبقہ معاشرے میں یا تو غیر مؤثر رہتا ہے یا جدید علمی حلقوں میں ان کی بات کو قبولیت نہیں ملتی ۔ لہٰذا اس تحقیق کے ذریعے اس خلا کو پر کرنے اور مدارس کو علمی وسعت عطا کرنے کی سنجیدہ کوشش کی گئی ہےتحقیق کی حدود میں اس امر کا خیال رکھا گیا ہے کہ پاکستان کے اندر موجودہ دینی مدارس کے نظام، ان کے نصابی ڈھانچے ، طلبہ کی تعلیمی ضروریات، اساتذہ کی اہلیت اور ادارہ جاتی ساخت کو ہی مرکزِ تحقیق بنایا گیا ہے۔

منہج تحقیق میں بیانی ، تجزیاتی اور تجویزی اسلوب کو اختیار کیا جائے گا۔ مدارس کے نصابی ارتقا، عصری علوم کی تاریخی حیثیت، اسلامی تعلیمات میں دنیاوی علوم کی اجازت و ترغیب ، جدید تعلیمی نظریات ، موجودہ پاکستانی دینی تعلیمی ڈھانچے اور مدارس کے منتظمین ، اساتذہ و طلبہ کے انٹرویوز اور آرا کی بنیاد پر نتائج اخذ کیے جائیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ مدارس و جامعات کے تعامل کے حوالے سے بعض تجزیاتی ماڈلز اور ان کی کامیابی و ناکامی کا تجزیہ بھی تحقیق کا حصہ بنایا جائے گا۔آخر میں نتائج اور سفارشات پیش کی جائیں گی۔

کلیدی الفاظ: دینی مدارس، عصری تعلیم، سماجی علوم، تعلیمی اصلاحات،نصاب سازی،تنقیدی جائزہ، تعلیمی ہم آہنگی

Corresponding Author: Muhammad Jamal (Lecturer, Department of Islamic Studies Mohi ud Din Islamic University, MIU DIS, AJK, Pakistan).
Email: hasnainmallana786@gmail.com

تعارف موضوع

دینی مدارس برصغیر میں اسلامی علوم کے تحفظ و اشاعت کا مرکز رہے ہیں۔ ان اداروں نے صدیوں تک دینِ اسلام کے بنیادی تعلیمات کو برقرار رکھا۔ تاہم ، دورِ حاضر میں علوم کی وسعت اور جدید دنیا کے تقاضوں نے تعلیم کے نئے پیمانے مقرر کیے ہیں۔ ایسے میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا دینی مدارس میں جدید تعلیم شامل کی جاسکتی ہے؟ اس تحقیقی مقالہ میں اسی سوال کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جائے گا تاکہ دینی و دنیاوی علوم کا قابلِ قبول امتزاج ممکن ہو سکے۔

دینی مدارس کا تاریخی پس منظر

دینی مدارس کا آغاز عہدِ نبوی ﷺ کی اس تعلیم گاہ سے ہوتا ہے جو مسجد نبوی میں قائم ہوئی، جہاں قرآن و سنت کی تعلیم بنیادی مقصد تھا۔ وقت کے ساتھ یہ ادارے اسلامی تہذیب، علمی ورثے اور دینی شناخت کے محافظ بنے، اور صدیوں تک علمی ، فکری اور سماجی قیادت کا مرکز رہے۔ اسی حوالے سے مزید علامہ ندویؒ لکھتے ہیں:

> "برصغیر میں مدارس کی بنیاد انگریز استعمار کے مقابل ایک تعلیمی و فکری تحریک کے طور پر رکھی گئی۔دارالعلوم دیوبند ۱۸٦٦ اور اس جیسے دیگر ادارے دینی تعلیم کے مضبوط قلعے بنے۔ ان مدارس میں قرآن ، حدیث ، فقہ ، اصول ، عربی زبان اور بلاغت کو بنیادی حیثیت حاصل رہی۔ مگر بدلتے ہوئے سماجی و سائنسی حالات کے باعث جدید علوم کی عدم موجودگی رفتہ رفتہ احساس محرومی کا باعث بننے لگی۔"[1]

انگریزی استعمار کے خلاف جو علمی و فکری مزاحمت ہوئی ، اس کا سب سے بڑا مرکز یہی دینی مدارس تھے۔ ان مدارس نے نہ صرف دینی علوم کو زندہ رکھا بلکہ امت کے لیے دینی بیداری کا ذریعہ بھی بنے۔

> "دینی مدارس کا وجود درحقیقت ایک فکری قلعہ ہے جس نے اسلامی تہذیب کو انگریزوں کی فکری یلغار سے بچانے کا کردار ادا کیا۔"[2]

---

[1]. Nadwi, Abu Hasan Ali. Muslim Education: Past and Present. Lucknow: Nadwatul Ulama, 1995.

[2]. ابوالحسن علی ندوی، نقوشِ رفتگاں، (لکھنؤ:ندوۃ العلما ، 1984)، ص 211۔

علامہ ندوی دینی مدارس کو فکری قلعے سے تشبیہ دیتے ہیں ، جو نہ صرف تعلیمی بلکہ تمدنی بقا کا ذریعہ بھی بنے۔ یہ ایک ایسا دفاعی نظام تھا جو نہ تلوار سے کام لیتا تھا نہ توپ سے ، بلکہ علم، فکراور دین کی روشنی سے مقابلہ کرتا تھا۔

نصاب کی ابتدا اور تسلسل

ان مدارس میں رائج نصاب جو درسِ نظامی کے نام سے مشہور ہے، سترہویں صدی میں ملا نظام الدین سہالویؒ نے مرتب کیا تھا، جس نے کئی صدیوں تک دینی تعلیم کا بنیادی خاکہ فراہم کیا۔

"درس نظامی میں عقلی علوم جیسے منطق، فلسفہ اور ریاضی کو اتنی ہی اہمیت حاصل تھی جتنی نقلی علوم کو، کیونکہ یہ زمانے کے علمی مزاج سے ہم آہنگ تھے۔"[3]

اس اقتباس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ درسِ نظامی اپنے وقت کا ایک جدید نصاب تھا، جو عقلی و نقلی دونوں میدانوں میں توازن رکھتا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ، چونکہ عقلی علوم میں ارتقا ہوا مگر نصاب جامد رہا، اس لیے فاصلہ پیدا ہوتا گیا۔

استعمار اور دینی ردعمل

۱۸۵۷ کی جنگ آزادی کے بعد برصغیر میں برطانوی حکومت نے اسلامی شعائر کو مٹانے کی کوشش کی، جس کے نتیجے میں علما نے دارالعلوم دیوبند جیسے ادارے قائم کیے۔

"دارالعلوم دیوبند برطانوی سامراج کے خلاف نہ صرف مزاحمت کا مرکز تھا بلکہ دینی بیداری کی تحریک بھی تھا۔"[4]

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہےکہ مدارس محض تعلیم کے ادارے نہیں تھے، بلکہ ایک فکری و قومی شناخت کی جنگ بھی لڑ رہے تھے۔ ان کی دیواریں علم سے بلند تھیں اور بنیادیں استقلال سے مضبوط۔

مدارس کی سماجی و مذہبی اہمیت

دینی مدارس نے نہ صرف علما تیار کیے بلکہ قوم کو دینی اخلاقیات ، وحدتِ ملت اور اسلامی فکر سے بھی روشناس کروایا۔

"مدارس نے ایک ایسی نسل پیدا کی جو قرآن و سنت کی روشنی میں رہنمائی کے قابل تھی اور جس نے سماج میں اصلاحی تحریکوں کو جنم دیا۔"[5]

یہ اقتباس اس حقیقت پر روشنی ڈالتا ہے کہ مدارس صرف تعلیمی مراکز نہیں تھے، بلکہ اسلامی معاشرے کی تعمیر میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کے فیض سے اصلاح ، اتحاد اور شعور کی لہریں پھیلیں۔آج بھی مدارس ایک مکمل دینی و فکری نظام کے محافظ تھے۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ جہاں دنیا نے سائنسی اور تکنیکی ترقی کی، وہیں مدارس کی علمی دنیا ایک خاص دائرے میں محدود ہوگئی، جس کی وجہ سے موجودہ دور میں نئے فکری و تعلیمی چیلنجز نے جنم لیا۔

عصری علوم کی تعریف اور دینی تناظر میں اہمیت

عصری علوم سے مراد وہ سائنسی ، سماجی اور فنی علوم ہیں جو موجودہ دو رکی انسانی ضروریات ، ترقی اور سماجی نظم و ضبط کو سمجھنے اور بہتر بنانے میں مدد دیتے ہیں۔ ان میں طبعیات ، کیمیا ، حیاتیات، ریاضی ، معاشیات ، عمرانیات ، نفسیات، کمپیوٹر سائنس اور جدید ٹیکنالوجی کے تمام شعبے شامل ہیں۔ یہ علوم زندگی کے عملی شعبوں میں کارآمد مہارتیں فراہم کرتے ہیں جن کی بنیاد پر جدید معاشرے تشکیل پاتے ہیں۔ دینی مدارس کا اصل مقصد ایسی قیادت تیار کرنا ہے جو دین کا فہم رکھتے ہوئے دنیاوی نظاموں کو بھی سمجھنے اور ان پر اثر ا نداز ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ اس پس منظر میں عصری علوم کو دینی نصاب کا جزو بنانا نہ صرف وقت کی اہم ضرورت ہے بلکہ اسلامی تعلیمات کی روح کے بھی عین مطابق ہے۔اسلام علم کے ذریعے کائنات کو سمجھنے کی ترغیب دیتا ہے ، خواہ وہ علم کسی بھی ذریعہ سے حاصل ہو۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

---

3 - Muhammad Qasim Zaman, The Ulama in Contemporary Islam: Custodians of Change (Princeton: Princeton University Press, 2002), 45.

4 - مبارک علی، تاریخ کے شعور کی تلاش، (لاہور: تاریخ پبلی کیشنز، 1998)،ص129 ۔

5 - خورشید احمد، اسلامی نظامِ تعلیم، ادارہ معارف اسلامی، 1990، ص 78۔

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون
(کہہ دیجئے ! کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟)[6]

قرآن مجید کے اس اصولی بیان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں علم کی بنیاد پر فضلیت تسلیم کی گئی ہے، چاہے وہ علم دینی ہو یا دنیاوی۔ یہ آیت اپنے وسیع مفہوم میں ہر اس شخص کو مخاطب کرتی ہے جو علم کی طلب میں ہے اور عقل و شعور کا استعمال کرتا ہے۔ اس سے یہ استنباط ہوتا ہے کہ مدارس کو ایسے علوم سے بھی مزین ہونا چاہیے جو انسان کو موجودہ دنیا کے چیلنجز سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت دیں۔اسی حوالے سے علامہ اقبال مزید لکھتے ہیں:

"مسلمان کا فرض ہے کہ وہ دنیا کے تمام علوم سے بہرہ ور ہو، تاکہ وہ زمانے کی قیادت کرسکے۔"[7]

علامہ اقبال ؒ کے اس بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی نظر میں مسلمان کی دینی شناخت کے ساتھ ساتھ عصری مہارت بھی لازم ہے۔ اگر دینی مدارس میں ایسے علوم شامل نہ کیے جائیں جو جدید تقاضوں کو پورا کرتے ہوں، تو امت مسلمہ فکری ، سائنسی اور سیاسی میدان میں پیچھے رہ جائے گی۔ اقبال کا تصورِ مسلمان ایک ہمہ گیر انسان کا ہے جو روحانی ، اخلاقی اور مادی شعبوں میں متوازن ہو۔اس حوالے سے مزید مولانا شبلی نعمانیؒ لکھتے ہیں:

"اسلامی تعلیم کا مقصد صرف آخرت کی فلاح نہیں بلکہ دنیا کی اصلاح بھی ہے۔"[8]

مولانا شبلی نعمانی ؒکے اس بیان سے یہ بات بخوبی سمجھ آتی ہے کہ دین اور دنیا کو الگ الگ خانوں میں تقسیم کرنا ایک غیر فطری تصور ہے۔ اسلامی تعلیم کا صحیح مقصد ایک ایسا انسان پیدا کرنا ہے جو آخرت کے ساتھ دنیا میں بھی اصلاح اور فلاح کا سبب بنے۔ اگر مدارس صرف مذہبی تعلیم تک محدود رہیں اور طلبا کو عصری دنیا سے ناواقفیت رکھیں ، تو یہ ان کے کردار کی تکمیل میں ایک واضح کمی ہوگی۔اسلام علم کو خیر مطلق مانتا ہے، بشرطیکہ اس کا مقصد اللہ کی معرفت اور مخلوق کی خدمت ہو۔ دینی تعلیمات میں دنیاوی علوم کو ترک کرنے کی کوئی ہدایت موجود نہیں۔اسی حوالے سے امام غزالی ؒ نے لکھا ہے:

"علم دو اقسام کا ہے، ایک محمود، دوسرا مذموم۔ ہر وہ علم جو انسان کودنیا و آخرت میں فائدہ دے، وہ محمود ہے خواہ فقہ ہو یا طب۔"[9]

اسی طرح شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک بھی علوم کا مقصد دین و دنیا کی اصلاح ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"علم کا مقصود یہ ہونا چاہیے کہ وہ نفس کی تہذیب کرے، عقل کو نفع دے اور دنیا و دین میں انسان کے لیے مفید ہو۔"[10]

مدارس کو محض فقہ ، حدیث اور تفسیر تک محدود کر دینا عصر حاضر کے علمی تقاضوں سے عدم مطابقت ہے۔ عالم اسلام کی بقا اور قیادت کے لیے ہمیں ایسے علما درکار ہیں جو دینی بصیرت کے ساتھ جدید مسائل پر بھی گہری نگاہ رکھتے ہوں۔اسی حوالے سے ڈاکٹر فضل الرحمن مزید لکھتے ہیں:

"دینی مدارس کو جدید دنیا سے ہم آہنگ بنانے کے لیے ضروری ہے کہ ان میں سائنس ، سماجی علوم اور جدید زبانوں کو شامل کیاجائے۔"[11]

ڈاکٹر فضل الرحمن کی یہ بات دورِ حاضر میں نہایت بصیرت افروز ہے۔ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ اسلامی نظام تعلیم کو زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا دینی ذمہ داری ہے ۔ ان کے نزدیک اگر دینی مدارس اپنی ساخت میں لچک پیدا کریں اور جدید علوم کو اپنی تعلیم کا حصہ بنائیں تو وہ نہ صرف علمی اعتبار سے مضبوط ہوں گے بلکہ سماجی و سیاسی رہنمائی کا بھی منبع بنیں گےمولانا مودودی اس حوالے سے مزید لکھتے ہیں:

---

6 ۔ القرآن (۳۹:۹)
7 ۔ محمد اقبال، تشکیلِ جدید الٰہیات اسلامیہ(لاہور:شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۳۰)، ۵۷
8 ۔ شبلی نعمانی، مقالات شبلی، جلد ۲ (علی گڑھ: دار المصنفین شبلی اکیڈمی، ۱۹۲۶)، ۱۸۹
9 ۔ امام غزالی، احیا علوم الدین، جلد ۱ ، بیروت:دار الفکر، ۱۹۹۲، ص ۳۵۔
10 ۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، (دہلی: مجلس اشاعت العلوم، ۲۰۰۱)، ص ۱۳۲۔
11 ۔ فضل الرحمن، اسلام اور جدیدیت (کراچی:اُردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۹)، ۸۳۔

"اسلام کوئی تاریک گوشے کا مذہب نہیں، وہ دنیا کے ہر شعبہ حیات کے لیے راہنمائی دیتا ہے، اور اس راہنمائی کا تقاضا ہے کہ ہم دنیاوی علوم سے آراستہ ہوں۔"[12]

مولانا مودودی نے جس اسلامی شعور کی طرف رہنمائی کی ہے ، وہ کسی خاص علم یا شعبے تک محدود نہیں۔ ان کا پیغام یہی ہے کہ اگر دین ہر شعبے میں رہنمائی دیتا ہے تو مدارس کو بھی ہر شعبے کے علم سے لیس ہونا چاہیے تاکہ وہ مؤثر انداز میں امت کی رہنمائی کرسکیں۔ عصری علوم کو شامل کرنا کوئی سمجھوتہ نہیں بلکہ دینی ذمہ داری ہے۔

موجودہ مدارس اور عصری علوم:ایک جائزہ

پاکستان میں تقریباََ ۳۵ ہزار سے زائد دینی مدارس موجود ہیں۔[13]ان میں سے اکثریت کا نصاب محض دینی علوم تک محدود ہے، البتہ بعض بڑے وفاقوں اور ان کے الحاق شدہ مدارس نے جزوی طور پر عصری مضامین جیسے ریاضی، انگریزی، کمپیوٹر اور معاشرتی علوم کو اپنے نظام میں شامل کیا ہے۔

"وفاق المدارس العربیہ اور تنظیم المدارس نے پرائمری سے میٹرک سطح تک عصری مضامین کو نصاب کا حصہ بنایا ہے، لیکن یہ محض رسمی درجے پر ہے، اس میں معیاری تدریس کا فقدان ہے۔"[14]

پاکستان میں کچھ ادارے جزوی سطح پر اس حوالے سے کام کررہے ہیں جن میں سے جامعہ دار العلوم کراچی، جامعہ اشرفیہ لاہور، جامعہ فاروقیہ ، دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ اور بعض دیگر ادارے اس حوالے سے مثبت کوششیں کر چکے ہیں۔ لیکن یہ کوششیں عمومی سطح پر اثرانداز نہیں ہوسکیں۔

مدارس میں عصری علوم کے انضمام کی موجودہ صورتحال

برصغیر کے دینی مدارس نے تاریخی طور پر مذہبی تعلیمات کے فروغ میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ تاہم بدلتے ہوئے عالمی تقاضوں اور تیزی سے ترقی کرتی ہوئی سائنسی و ٹیکنالوجیکل دنیا نے دینی تعلیمی اداروں کے لیے نئے سوالات اور چیلنجز پیدا کیے ہیں۔ ان میں سے سب سے اہم سوال یہ ہے کہ کیا دینی مدارس محض مذہبی تعلیم تک محدود رہیں، یا عصری علوم کو بھی اپنے نصاب میں شامل کریں؟ اس بحث کا ایک پہلو یہ بھی ہےکہ عصری علوم کو شامل کیے بغیر طلبہ کو معاشی و سماجی خودکفالت کی راہ پر گامزن کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ایک حالیہ تحقیق میں ڈاکٹر محمود الحسن نے لکھا :

"مدارس اگر صرف دینی تعلیم تک محدود رہیں گے تو ان کے فارغ التحصیل طلبہ کے لیے روزگار کے مواقع محدود ہو جائیں گے، جس سے دینی طبقے کی معاشرتی اہمیت بھی متاثر ہو سکتی ہے۔"[15]

یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ موجودہ دور میں مدارس کواپنے کردار پر از سرنو غور کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ جدید دور کے تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ ہو سکیں۔ بعض بڑے مدارس نے اس سمت میں قدم بھی اٹھایا ہے جیسے جامعہ دارالعلوم کراچی ، جامعہ اشرفیہ لاہور، دارالعلوم محمدیہ غوثیہ ، الکرم انٹر نیشنل انسٹیٹیوٹ بھیرہ شریف سرگودھا نے کچھ عصری مضامین بطور اختیاری یا ضمنی مضامین متعارف کرائے ہیں، مگر یہ اقدامات عمومی اور مرکزی دھارے تک ابھی نہیں پہنچ سکے۔ اسی حوالے سے ایک اور محقق ڈاکٹر نعمان صدیقی لکھتے ہیں:

"دینی مدارس میں عصری علوم کے انضمام کا تجربہ اکثر اوقات اس لیے ناکام ہوتا ہے کیونکہ وہ محض رسمی ہوتا ہے، اس میں وہ گہرائی ، اسلوبِ تدریس اور تشکیلی ڈھانچہ نہیں ہوتا جو جدید تعلیمی اداروں میں ہوتا ہے۔"[16]

---

12 ۔ ابوالاعلیٰ مودودی، اسلام کا نظامِ حیات (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۵۵)، ۲۵۔

13 ۔ وزارت تعلیم پاکستان، مدارس کی رجسٹریشن رپورٹ، اسلام آباد، ۲۰۲۳۔

14 ۔ ڈاکٹر عبدالغفور راشد، ‘‘ مدارس اور جدید تعلیم’’، ماہنامہ المعارف، لاہور، جنوری ۲۰۲۰، ص ۲٦۔

15 ۔ محمودالحسن، مدارس دینیہ اور جدید تعلیمی تقاضے(لاہور:ادارہ علوم اسلامی ، ۲۰۲۰)، ۸۸۔

16 ۔ نعمان صدیقی ، دینی مدارس میں عصری مضامین کی تدریس:ایک جائزہ، مجلہ تحقیقات اسلامی ، جلد ۳۲، شمارہ ۲ (۲۰۲۱): ۴۵۔

مدارس کے بعض منتظمین عصری علوم کو دینی علوم کے لیے خطرہ سمجھتے ہیں اور اس وجہ سے ان کے انضمام کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس کے برعکس معتدل علما کا کہنا ہے کہ

"اسلام کا علم صرف قرآن و حدیث تک محدود نہیں، بلکہ دنیاوی علوم کی تفہیم بھی اسلام کے دائرہ علم میں شامل ہے، بشرطیکہ وہ دین کے اصولوں سے متصادم نہ ہو۔"[17]

یہ نقطہ نظر اس بات کو تقویت دیتا ہے کہ عصری علوم اور دینی علوم کا امتزاج ممکن ہے، بشرطیکہ اس کا خاکہ مضبوط بنیادوں پر استوار کیا جائےموجودہ صورتحال کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ مدارس میں عصری علوم کی تدریس محدود اور غیر جامع ہے۔ ایک جانب یہ مضامین محض رسمی اور ثانوی حیثیت رکھتے ہیں، تو دوسری جانب ان کے اساتذہ کی تربیت ، نصاب کا میعار اور امتحانی نظام غیر مربوط ہے۔

"مدارس میں عصری علوم کی تدریس محض سرکاری منظوری کے حصول اور سند کے لیے کی جاتی ہے، علمی مقاصد کا حصول اکثر نظروں سے اوجھل ہوتا ہے۔"[18]

موجودہ صورتحال یہ بتاتی ہےکہ مدارس میں عصری علوم کا انضمام ابھی تک جزوی اور غیرمربوط ہے۔عصری علوم کا انضمام محض رسمی اقدامات سے ممکن نہیں بلکہ اس کے لیے وژن ، پلاننگ اور مخلصانہ اقدامات درکار ہیں۔ یہ اقدامات وقتی اور نمائشی نوعیت کے زیادہ معلوم ہوتے ہیں۔ ایک منظم اور مؤثر انضمام کے لیے ریاستی سرپرستی ، نصاب سازی میں اہلِ علم کی شمولیت اور اساتذہ کی پیشہ ورانہ تربیت ناگزیر ہے۔ دینی مدارس اگر اس پہلو پر توجہ دیں تو وہ مستقبل میں ایک ایسا متوازن نظامِ تعلیم تشکیل دے سکتے ہیں جو روحانیت ، علم اورمعیشت تینوں میدانوں میں قوم کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔

چیلنجز

دینی مدارس کی علمی و روحانی روایت صدیوں پر محیط ہے، جو بنیادی طور پر اسلامی علوم کے فروغ اور تحفظ کی ضامن رہی ہے۔ تاہم ، موجودہ دور میں جب علمی و فکری افق وسیع ترہو چکا ہے، دینی مدارس کے نصاب میں عصری علوم کا ادغام دقت کی ضرورت بن چکا ہے۔ لیکن اس ادغام کی راہ میں متعدد چیلنجز درپیش ہیں، جو تعلیمی ، فکری ، انتظامی اور معاشرتی سطحوں پر گہرے اثرات رکھتے ہیں۔

فکری مزاحمت

سب سے پہلا اور نمایاں چیلنج فکری مزاحمت کا ہے۔ کئی دینی حلقوں میں یہ تاثر موجود ہےکہ عصری علوم کا مدارس میں شامل ہونا اسلامی علوم کی افادیت کو کم کردے گا اور اس کا نتیجہ دینی تشخص کے زوال کی صورت میں نکلے گا۔ بعض علما کا یہ بھی خیال ہے کہ سائنس، سوشیالوجی اور فلسفہ جیسے مضامین طلبہ کے عقیدے کو کمزور کر سکتے ہیں، کیونکہ ان کا نظریاتی پس منظر مغربی تہذیب سے متاثر ہے۔ جیسا کہ پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں:

"دینی مدارس میں عصری علوم کی شمولیت کے بغیر دینی فکر معاصر چیلنجز کا جواب دینے سے قاصر رہے گی، مگر اس کا عمل اعتدال کے ساتھ ہونا چاہیے۔"[19]

ا س اقتباس کے تناظر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مدارس میں عصری علوم کے ادغام کے سب سے بڑے چیلنجز میں ایک فکری مزاحمت ہے۔ یہ مزاحمت عام طور پر اس خوف یا خدشے سے جنم لیتی ہے کہ جدید سائنسی و سماجی مضامین کی شمولیت کہیں دینی تعلیم کی اصل روح کو متاثر نہ کردے یا طلبہ کے ذہنوں میں سیکولر سوچ غالب نہ آ جائے۔ بعض علماء و منتظمین اسے مغربی فکری تسلط کا حصہ سمجھتے ہیں، جس کے نتیجے میں وہ نصاب میں تبدیلی کو بدعت یا غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ ماضی کے تلخ تاریخی تجربات ، استعماری دور کی تعلیمی پالیسیوں اور دینی شناخت کے تحفظ کا احساس بھی اس مزاحمت کو تقویت دیتا ہے۔ اس فکری رکاوٹ کو دور کرنے کے لیے ضروری ہے کہ عصری علوم کی تدریس

---

17 ۔ یوسف القرضاوی، اسلام اور جدید علوم، ترجمہ:عبدالغفار حسن(لاہور:مکتبہ الفرقان، ۲۰۰۵)، ۱۱۲۔

18 ۔ ڈاکٹر امتیاز عالم،"مدارس کا نصاب اور قومی دھارا"، پاکستان اسٹڈی جرنل، کراچی، اپریل ۲۰۲۱، ص۴۷۔

19 ۔ خورشید احمد، اسلامی تعلیم اور عصری تقاضے، ادارہ معارف اسلامی ، لاہور، ۲۰۰۳، ص ۱۱۵۔

کو اسلامی اقدار اور نصاب کی روح کے ساتھ ہم آہنگ کرکے پیش کیا جائے ، تاکہ اسے خطرہ نہیں بلکہ دین کی خدمت کا ایک نیا ذریعہ سمجھا جائے۔

وسائل کی کمی

دوسرا اہم چیلنج وسائل کی کمی ہے۔دینی مدارس میں اکثر بنیادی سہولیات کی کمی ہوتی ہے، اور نئے مضامین کے لیے ماہر اساتذہ کی دستیابی اور تربیت یافتہ عملہ مہیا کرنا ایک مہنگا عمل ہے۔ کئی مدارس اپنی مالیاتی ضروریات کے لیے عوامی عطیات پر انحصار کرتے ہیں، جس کے باعث وہ مستقل بنیادوں پر عصری نصاب کو نافذ کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ اسی ضمن میں ایک محقق لکھتے ہیں:

> "جب تک حکومت اور سماج مل کر مدارس کو مالی اور تربیتی مدد فراہم نہیں کرتے ، عصری علوم کا مؤثر نفاذ ممکن نہیں۔"[20]

اکثر مدارس مخیّر حضرات یا مقامی کمیونٹی کی محدود مالی معاونت پر چلتے ہیں، جس کا بڑا حصّہ طلبہ کی رہائش ، خوراک اور دینی نصاب کی کتب پر خرچ ہوجاتا ہے، جبکہ سائنسی لیبارٹریز، کمپیوٹر لیبز، جدید نصابی مواد اور تربیت یافتہ اساتذہ کی فراہمی کے لیے درکار بجٹ میسر نہیں ہوتا ۔ اس کے نتیجے میں جدید مضامین شامل کرنے کا فیصلہ تو ہو جاتا ہے، مگر اس کی تدریس معیاری سطح پر ممکن نہیں رہتی ۔ مزید یہ کہ سرکاری سطح پر مدارس کے لیے مالی معاونت کے منصوبے یا تو ناکافی ہیں یا ان پر عمل درآمد شفافیت اور تسلسل کے ساتھ نہیں ہوتا ۔ تحقیقی طور پر دیکھا جائے تو جہاں وسائل کی فراہمی کو باقاعدہ منصوبہ بندی ، پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ اور کمیونٹی فنڈنگ ماڈلز کے ذریعے یقینی بنایا گیا ہے ، وہاں عصری علوم کا نفاذ زیادہ کامیاب اور پائیدار رہا ہے۔

نصاب سازی

تیسرا چیلنج نصاب سازی کا ہے۔ مدارس کے قدیم نصاب کو عصری ضروریات کے مطابق ڈھالنے کے لیے ماہرین تعلیم ، اسلامی مفکرین اور جدید علوم کے اسکالرز کے مابین ہم آہنگی درکار ہے۔ اس مقصد کے لیے نہ صرف نصابی مواد کی تدوین ضروری ہے بلکہ اس میں اسلامی اقدار کی ترجمانی بھی لازم ہے۔ بدقسمتی سے اب تک ایسی کوئی مربوط قومی پالیسی وضع نہیں کی گئی جو مدارس کے نصاب میں معیاری تبدیلی لا سکے۔اسی حوالے سے مزید قمر الدین خان لکھتے ہیں:

> "مدارس کے لیے نصاب سازی میں اصل چیلنج یہ ہے کہ دینی علوم کی گہرائی برقرار رکھتے ہوئے عصری علوم کی افادیت کو اس انداز میں شامل کیا جائے کہ دونوں کا مقصد ایک دوسرے کا تکملہ بن جائے۔"[21]

نصاب سازی کسی بھی تعلیمی نظام کی ریڑھ کی ہڈی ہے، کیونکہ یہ صرف تعلیمی مواد کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک فکری و نظریاتی نقشہ ہے جو طلبہ کے ذہنی ، اخلاقی اور عملی مستقبل کو متعین کرتا ہے۔ دینی مدارس کے تناظر میں نصاب سازی کا عمل محض درسگاہ کی چار دیواری تک محدود نہیں بلکہ یہ معاشرتی و تہذیبی اقدار کے تسلسل اور حفاظت کا بھی ضامن ہے۔ اسی حوالے سے عبدالرؤف مزید لکھتے ہیں:

> "نصاب سازی محض مضامین کے انتخاب کا نام نہیں بلکہ یہ ایک فکری و نظریاتی عمل ہے، جو طلبہ کی شخصیت ، علم اور معاشرتی کردار کو تشکیل دیتا ہے۔"[22]

عصرِ حاضر میں نصاب سازی کا سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ تعلیم محض سند دینے کا ذریعہ نہ بنے بلکہ طلبہ کی فکری تربیت اور عملی زندگی میں کامیابی کا سبب بھی بنے ۔ اس مقصد کے لیے نصاب میں دینی اور سائنسی دونوں پہلوؤں کا توازن ضروری ہے ۔ اسی حوالے سے فاطمہ پروین مزید لکھتی ہے:

---

[20] ۔ عبدالرؤف فاروقی، " دینی مدارس میں جدید علوم کی شمولیت:مواقع اور چیلنجز"، جامعہ اشرفیہ ریسرچ جرنل، شمارہ ۷، ۲۰۱۹، ص ۳۴۔

[21] ۔ قمرالدین خان، دینی مدارس کا نصاب اور اصلاحات کی ضرورت (کراچی: مکتبہ فکر جدید،2019)، 103۔

[22] ۔ عبدالرؤف، پاکستان میں نصاب سازی کے اصول و مبادی (اسلام آباد: قومی تعلیمی کمیشن،2018)، 45۔

"کامیاب نصاب وہی ہے جو اپنے معاشرتی ، دینی اور سائنسی تقاضوں کو یکجا کرتے ہوئے طلبہ کو عملی زندگی کے لیے تیار کرے۔"[23]

مدارس کے نصاب میں عصری علوم کے ادغام کا عمل ایک نازک توازن کا تقاضا کرتا ہے۔ اس میں دینی علوم کی روایتی گہرائی برقرار رکھنا اور ساتھ ہی جدید علوم کی افادیت کو شامل کرنا ایک فکری اور عملی چیلنج ہے۔

تعلیمی شناخت کا بحران

چوتھا چیلنج تعلیمی شناخت کا بحران ہے۔ مدارس میں پڑھنے والے طلبہ کو عصری علوم کے مطالعے کے بعد جدید تعلیمی اداروں یا ملازمت کے میدان میں قبولیت حاصل کرنے میں مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ چونکہ مدارس کا سندی نظام بورڈ یا یونیورسٹی کےمیعار سے مختلف ہوتا ہے ، اس لیے ان طلبہ کو قومی یا بین الاقوامی امتحانات میں شمولیت کے لیے اضافی مراحل طے کرنے پڑتے ہیں۔اس حوالے سے مزید محمد زبیر احمد لکھتے ہیں:

"جب دینی مدارس میں عصری علوم شامل کیے جاتے ہیں تو طلبہ کی فکری و پیشہ ورانہ شناخت اکثر دو دھاری کیفیت کا شکار ہوجاتی ہے، جس سے ان کے تعلیمی مقصد اور پیشہ ورانہ راستے میں ابہام پیدا ہوتا ہے۔"[24]

اس حوالے سے مزید سعید الرحمن لکھتے ہیں:

"نصاب میں دینی اور عصری علوم کے درمیان توازن قائم نہ رہنے کی صورت میں طلبہ اپنی تعلیمی شناخت کے حوالے سے واضح سمت اختیار نہیں کرپاتے ، جو بعد میں ان کے کیریئر اور سماجی کردار پر منفی اثر ڈالتا ہے۔"[25]

اس لیے مدارس میں عصری علوم کے ادغام کے ساتھ ایک چیلنج تعلیمی شناخت کا بحران ہے۔ طلبہ اور اساتذہ دونوں اس بات پر کنفیوژ رہتے ہیں کہ وہ دینی عالم بن رہے ہیں یا عصری پروفیشنل ۔ یہ دوہری سمت بعض اوقات تعلیمی مقصد کی وضاحت کو دھندلا دیتی ہے۔ نصاب میں توازن نہ ہونے پر شناختی احساس مزید کمزور ہو جاتا ہے۔ اس بحران کے حل کے لیے واضح تعلیمی وژن اور ہدف کا تعین ضروری ہے۔

معاشرتی رویہ

معاشرتی سطح پر بھی مدارس میں عصری علوم کے نفاذ کی راہ میں رکاوٹیں موجود ہیں۔ کچھ حلقے دینی مدارس کو صرف مذہبی تعلیم کی جگہ سمجھتے ہیں اور ان سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ محض فقہ ، تفسیر ، حدیث اور عقائد تک محدود رہیں۔اس تصور کو بدلنے کے لیے عوامی سطح پر آگاہی ، نصابی اصلاحات اور مذہبی قائدین کی رہنمائی ضروری ہے۔اس حوالے سے ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

"جب تک مدارس کے کردار کو معاشرے میں جامع علمی ادارے کے طور پر تسلیم نہیں کیا جاتا، ان کے نصاب میں عصری علوم کی شمولیت محض رسمی کوشش بن کر رہ جائے گی۔"[26]

مدارس میں عصری علوم کے ادغام کے حوالے سے معاشرتی رویہ مخلوط اور پیچیدہ ہے۔ کچھ حلقے اسے وقت کی ضرورت اور ترقی کی کنجی سمجھتے ہیں۔ جبکہ قدامت پسند طبقہ اسے دینی شناخت کے لیے خطرہ تصور کرتا ہے۔ والدین کی توقعات بھی اکثر روایتی دینی تعلیم تک محدود رہتی ہیں۔ یہ رویہ نصاب میں مثبت تبدیلی کی رفتار کو یا تو تیز کرتا ہے یا شدید حد تک سست کردیتا ہے۔

---

[23] - فاطمہ پروین، عصری تعلیم اور نصاب سازی کے چیلنجز (لاہور:مجلس تحقیق تعلیم،2020)، 62۔

[24] - محمد زبیر احمد ، پاکستان میں دینی مدارس اور جدید تعلیم: ایک تحقیقی مطالعہ (لاہور:ادارہ تحقیقات تعلیم، 2019)، 112۔

[25] - سعید الرحمن، مدارس کے نصاب میں اصلاحات اور عصری تقاضے (کراچی: مکتبہ فکر جدید،2021)، 87۔

[26] - ڈاکٹر محمود احمد غازی ، دینی مدارس کا نظام تعلیم:ماضی ، حال اور مستقبل، اسلام آباد:دعوۃ اکیڈمی ، ۲۰۰۶ ، ص ۴۸۔

ریاستی پالیسی کا فقدان

پانچواں ریاستی پالیسی کی کمی بھی ایک اہم چیلنج ہے۔ اگرچہ بعض حکومتی کوششیں کی گئی ہیں، جیسا کہ وفاق المدارس ، تنظیم المدارس اور حکومتی اداروں کے درمیان مذاکرات ، لیکن اب تک کوئی مؤثر اور جامع پالیسی عملی شکل اختیار نہیں کرسکی۔ اس کے علاوہ بعض مذہبی جماعتیں مدارس کو حکومتی مداخلت سے محفوظ رکھنے کی خواہاں ہیں، جس کی وجہ سے کسی بھی اصلاحاتی عمل پر اتفاق رائے پیدا کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔

ان تمام چیلنجز کے باوجود عصری علوم کے ادغام کی ضرورت اپنی جگہ برقرار ہے۔ دینی مدارس اگر علم کے تقاضوں اور وقت کے چیلنجز کو سنجیدگی سے قبول کریں تو ایک جامع ، ہمہ گیر اور متوازن نصاب تشکیل دیا جاسکتا ہے جو نہ صرف دین کا محافظ ہو بلکہ دنیا کی رہنمائی بھی کرسکے۔

عملی اقدامات

دینی مدارس کو عصرِ حاضر کےتعلیمی اور سائنسی تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کے لیے عصری علوم کا ادغام ایک ناگزیر ضرورت بن چکا ہے۔ اس مقصد کے لیے متعدد دینی اداروں نے مختلف عملی اقدامات کیے ہیں تاکہ طلبہ کی فکری اور پیشہ ورانہ استعداد میں اضافہ کیا جاسکے۔ جیسا کہ معروف ماہر تعلیم ڈاکٹر فضل الرحمن رقم طراز ہیں:

"اگر مدارس کو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق فعال بنانا ہے تو ان میں دینی اور دنیاوی علوم کے امتزاج کو ناگزیر سمجھنا ہوگا۔"[27]

عملی طور پر دیکھا جائے تو کئی مدارس نے اپنے نصاب میں میٹرک اور انٹرمیڈیٹ کی سطح کے جدید مضامین جیسے انگریزی، ریاضی ، کمپیوٹر سائنس اور معاشرتی علوم کو شامل کرلیا ہے۔ جامعۃ الرشید کراچی ، دارالعلوم لاہور اور دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ جیسے ادارے اس ضمن میں پیش پیش ہیں، جنہوں نے نہ صرف عصری نصاب کو شامل کیا بلکہ عصری علوم کے ماہر اساتذہ کی خدمات بھی حاصل کیں۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"مدارس میں جدیدمضامین کی تدریس اساتذہ کی تیاری کے بغیر ممکن نہیں، کیونکہ فکری بلندی کے بغیر نصاب کا کوئی فائدہ نہیں۔"[28]

اس ادغام کے لیے تربیتی ورکشاپس اور سیمینارز بھی منعقد کیے جارہے ہیں، تاکہ اساتذہ کو تدریس جدید کے اصولوں سے روشناس کرایا جاسکے۔ جدید لائبریریوں ، کمپیوٹر لیبز اور آن لائن وسائل کی فراہمی کو بھی ترجیح دی جارہی ہے۔ اسی حوالے سے مولانا شبیر احمد عثمانی مزیدلکھتے ہیں:

"اسلامی تعلیم محض روایتی انداز کی محتاج نہیں بلکہ ہر دور میں زندہ علوم کی ہم آہنگی کے ساتھ چلنے کی متقاضی ہے۔"[29]

اسی طرح علامہ محمد اقبال کے مطابق بھی تعلیم کا مقصد ایک ایسا انسان تیار کرنا ہے جو بیک وقت دین و دنیا دونوں کے تقاضوں کو سمجھ سکے:

"مومن کا علم ، کائنات پر حکم چلانے کا ذریعہ ہے، نہ کہ محض الفاظ کا رٹنا۔"[30]

بعض مدارس نے بورڈ آف انٹرمیڈیٹ و سیکنڈری ایجوکیشن کے ساتھ الحاق کرکے اپنے طلبہ کو سرکاری اسناد کی سہولت بھی فراہم کی ہے۔ اس ضمن میں دارالعلوم کراچی اور دارلعلوم بھیرہ کی مثالیں دی جاسکتی ہیں، جہاں عصری تعلیم کے ساتھ دینی علوم کی تکمیل کی جاتی ہے۔ معروف محقق ڈاکٹر منظور احمد لکھتے ہیں:

---

27 ۔ ڈاکٹر فضل الرحمن، اسلامی تعلیمات اور جدید دنیا(لاہور:ادارہ فکر اسلامی، ۲۰۱۲)، ص ۹۴۔

28 ۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، خطبات:دینی و عصری تعلیم(اسلام آباد:اکیڈمی آف اسلامک ریسرچ، ۲۰۱۵)،ص ۷۸۔

29 ۔ مولانا شبیر احمد عثمانی، اسلامی نظام تعلیم (کراچی:مکتبہ عثمانیہ، ۱۹۹۸)،ص ۶۵۔

30 ۔ علامہ محمد اقبال، رموزِ بیخودی، مطبوعہ اقبال اکادمی پاکستان، ص ۱۰۱۔

"دینی مدارس کی اصل قوت اسی وقت سامنے آئے گی جب ان کے فارغ التحصیل جدید علوم سے بھی آراستہ ہوں گے۔"[31]

نصاب سازی کے ساتھ ساتھ تدریسی ماحول کو بھی عصری معیار کے مطابق بہتر بنانے کی کوشش جاری ہیں۔ جدید تدریسی طریقے ، گروپ ڈسکشن ، پراجیکٹ بیسڈ لرننگ اور سمارٹ کلاسز جیسے تصورات کو اپنانا وقت کی اہم ضرورت بن چکا ہے۔ ڈاکٹر عبدالحفیظ شاکر اس تناظر میں لکھتے ہیں:

"دینی تعلیم اگر جدید ٹیکنالوجی اور طریقوں سے مربوط نہ ہو تو وہ ایک محدود حلقے تک محدود ہو جاتی ہے۔"[32]

ان اقدامات کا مقصد صرف روزگار کے مواقع پیدا کرنا نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر ، متوازن اور معاشرتی طور پر ذمہ دار نسل کی تیار ی ہے۔ جیساکہ ابوالاعلیٰ مودودی لکھتےہیں:

"اسلام کا طالب علم وہی ہے جو دنیا کی رہنمائی کے قابل ہو، صرف مسجد کا خادم نہیں۔"[33]

دینی مدارس میں عصری علوم کی ترویج عصرِ حاضر کی تعلیمی و سماجی ضروریات کاناگزیر تقاضا ہے، کیونکہ موجودہ دور میں سائنسی ، فنی اور سماجی علوم کا ادراک نہ صرف مذہبی قیادت کے لیے اہم ہے بلکہ امت مسلمہ کی فکری خودمختاری اور عملی ترقی کے لیے بھی ضروری ہے۔ اس مقصد کے لیے عملی اقدامات میں نصاب میں جدید سائنسی و سماجی مضامین کا تدریجی اور منظم طور پر اضافہ ، اساتذہ کی جدید تربیت ، تدریسی وسائل اور ٹیکنالوجی کا استعمال اور عصری جامعات و تحقیقی اداروں کے ساتھ تعلیمی روابط کا قیام شامل ہیں۔ مزید برآں، مدارس کے نصاب میں زبانوں خاص کر انگریزی اور عربی کی مہارت، کمپیوٹر اور آئی ٹی تعلیم اور تحقیقی و تنقیدی سوچ کو فروغ دینا ایسے اقدامات ہیں جو طلبہ کو نہ صرف دینی بصیرت بلکہ دنیاوی میدان میں بھی مؤثر کردار ادا کرنے کے قابل بناتے ہیں۔ اس طرح مدارس اپنی روایتی شناخت کو برقرار رکھتے ہوئے جدید تقاضوں کے مطابق ایک متوازن ار ہم آہنگ نظامِ تعلیم فراہم کرسکتے ہیں۔

خلاصہ تحقیق

یہ تحقیق دینی مدارس کے نظام تعلیم میں عصری علوم کے ادغام کی اہمیت ، درپیش چیلنجز اور کیے گئے عملی اقدامات کا تجزیاتی مطالعہ پیش کرتی ہے۔ مدارس صدیوں سے اسلامی تعلیمات کے فروغ کا بنیادی مرکز رہے ہیں، مگر عصرِ حاضر میں علمی ، سائنسی اور فکری تغیرات نے اس نظام تعلیم کو نئے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ تحقیق کا مقصد یہ جاننا ہے کہ دینی مدارس میں جدید علوم جیسے ریاضی، انگریزی، کمپیوٹر اور معاشرتی علوم کی شمولیت کیوں ضروری ہے، اس راہ میں کیا رکاوٹیں حائل ہیں اور مختلف ادارے اس ضمن میں کیا عملی اقدامات کرچکے ہیں۔اس مطالعے میں مواد اکٹھا کرنے کے لیے کتابوں، تحقیقی مقالات ، مدارس کے موجودہ نصاب او رعلمی شخصیات کے اقوال و تجزیات کو بنیاد بنایا گیا۔ تحقیق سے یہ بات سامنے آئی کہ دینی مدارس کی علمی وسعت اور طلبہ کی فکری ہم آہنگی کےلیے عصری علوم کا انضمام نہایت ضروری ہے، البتہ یہ کام فکری ہم آہنگی، وسائل ، تربیت اور نصابی توازن کے بغیر ممکن نہیں۔

نتائج تحقیق

1. دینی مدارس میں عصری علوم کی شمولیت کا رجحان بڑھ رہا ہے، خاص طور پر بڑے شہروں کے مدارس میں میٹرک، انٹر میڈیٹ اور بی اے سطح کے عصری مضامین کو شامل کیا گیا ہے۔
2. مدارس کی اکثریت اس ادغام کی اہمیت کو تسلیم کرتی ہے ، تاہم اس پر مکمل عملدرآمد اب بھی ایک چیلنج ہے۔
3. اساتذہ کی تربیت اور نصابی مواد کی کمی اس انضمام میں بڑی رکاوٹوں میں شامل ہے۔

---

31 - ڈاکٹر منظور احمد ، مدارس دینیہ کا عصری کردار(کراچی:دارالتصنیف، ۲۰۰۹)،ص ۱۳۹۔
32 - ڈاکٹر عبدالحفیظ شاکر، تربیت معلم اور عصری تقاضے (ملتان:دارالفکر، ۲۰۲۰)، ص ۵۳۔
33 - سید ابوالاعلیٰ مودودی، تعلیمات اسلامی اور دینی مدارس(لاہور:ترجمان القرآن، ۱۹۹۵)،ص ۱۱۷۔

4. طلبہ او روالدین کی سطح پر بھی مزاحمت پائی جاتی ہے، جس کی بنیادی وجہ یہ خیال ہے کہ عصری علوم دینی علوم کے اخلاص کو متاثر کر سکتے ہیں۔
5. چند نمایاں مدارس جیسے جامعۃ الرشید، دارالعلوم لاہور، دارالعلوم کراچی اور دارالعلوم بھیرہ شریف نے کامیاب ماڈلز کے طور پر عصری علوم کو دینی نصاب کے ساتھ مربوط کیا ہے۔
6. ریاستی سرپرستی اور پالیسی کی غیر موجودگی کی وجہ سے اس عمل میں یکسانیت کا فقدان ہے۔
7. مدارس کی خودمختار ی اور فقہی و مسلکی تنوع بھی مشترکہ تعلیمی ماڈل کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے۔

تجاویز و سفارشات

سفارشات برائے عوام الناس

1. عوام کو چاہیے کہ وہ دینی مدارس کےبارے میں تعصبات سے بالاتر ہو کر ان کے کردار کو تسلیم کریں اور مدارس میں عصری علوم کے فروغ کی کاوشوں کی حوصلہ افزائی کریں۔
2. والدین کو چاہیے کہ وہ دینی اور عصری علوم کو متصادم نہ سمجھیں، بلکہ اپنے بچوں کی تعلیم میں دونوں پہلوؤں کو اہمیت دیں تاکہ متوازن شخصیات پروان چڑھ سکیں۔
3. عوام کو چاہیے کہ وہ مدرسہ طلبہ کو معاشرے کا مفید فرد سمجھتے ہوئے ان سے سماجی، علمی اور تعلیمی سطح پر تعلقات قائم کریں تاکہ ان کی اعتماد میں اضافہ ہو۔

سفارشات برائے محققین

1. محققین کو چاہیے کہ وہ دینی مدارس اور عصری تعلیم کے امتزاج پر مبنی تحقیقی مطالعات کریں جو مدارس کی ضروریات ، رجحانات اور عوامی تاثرات کو سائنسی بنیادوں پر پیش کریں۔
2. محققین کو چاہیے کہ وہ صرف علمی تحقیق نہ کریں بلکہ ایسی عملی تجاویز مرتب کریں جو تعلیمی پالیسی ساز اداروں کےلیے قابلِ عمل ہوں۔
3. دنیا بھر کے اسلامی تعلیمی اداروں میں عصری علوم کے انضمام کے تجربات کا مطالعہ کیا جائے اور ان میں سے قابلِ تقلید ماڈلز کو پاکستان کے سیاق و سباق میں ڈھالا جائے۔

سفارشات برائے ریاست و حکومت

1. حکومت کو چاہیے کہ وہ دینی مدارس کی قیادت اور نمائندہ بورڈز کوقومی تعلیمی پالیسیوں میں شراکت دار بنائے تاکہ اصلاحات اندرونی مزاحمت کے بجائے داخلی رضامندی سے عمل میں آئیں۔
2. مدارس کے اساتذہ کو جدید تدریسی مہارتوں کی تربیت دی جائے، اور عصری مضامین پڑھانے کے لیے تربیت یافتہ اساتذہ کی خدمات فراہم کی جائیں تاکہ معیار تعلیم بہتر ہو۔
3. حکومت کو مدارس کی رجسٹریشن ، مالی معاونت اور نگرانی کا ایسا نظام وضع کرنا چاہیے جو شفاف ، غیرسیاسی اور تعلیمی ترقی پر مبنی ہو، تاکہ اعتماد بحال رہے۔

مصادر ومراجع کی فہارس

عربی کتب

1. ابن خلدون، عبدالرحمٰن۔المقدمہ۔بیروت:دارالفکر، ۲۰۰۴۔
2. البوطیی، محمدسعید رمضان۔منهج التربیۃ الاسلامیۃ۔دارالفکر، ۲۰۰۰۔
3. الزبیدی، عبداللہ بن محمد۔تاج العروس من جواھر القاموس۔کویت:وزارة الارشاد، ۱۹۶۵۔
4. الطنطاوی، علی۔ذکریات۔دمشق:دارالمنارة، ۲۰۰۵۔
5. القرضاوی، یوسف۔فی فقہ الاولویات۔قاہرہ:دار الشروق،۱۹۹۵۔

تحقیقی مقالہ جات و جرائد

1. آحمد، مصطفی۔"تحدیث مناھج التعلیم الدینی فی ضو المتغیرات المعاصرة"۔مجلۃ جامعۃ الازہر، مجلد ۲۵ ، عدد ۳ (۲۰۱۹):۲۲۳- ۲۴۰۔

2. جابر، محمد۔التکامل بین العلوم الدینیۃ و العلوم العصریۃ۔مجلۃ التربیۃ الاسلامیۃ، مجلد ۱۲، عدد ۱ (۲۰۱۸):۵٦۔۷۸۔
3. حسن نادر۔رؤیۃ إصلاحیۃ لتطویر التعلیم الشرعی فی الوطن العربی۔مجلۃ الدراسات الاسلامیۃ، مجلد ۹ ، عدد ۲ (۲۰۲۰):۹۹۔۱۲۳۔
4. رضوان ، خالد۔إشکالیۃ إدماج العلوم الحدیثۃ فی التعلیم الدینی التقلیدی۔مجلۃ الفکر الإسلامی، عدد ۳۳ (۲۰۲۱):۱۴۴۔۱٦۵۔
5. عبداللہ ، سلیم ۔مستقبل التعلیم الدینی فی العالم العربی۔الجامعۃ الإسلامیۃ بالمدینۃ المنورۃ، مجلد ۱۵، عدد ۲ (۲۰۲۲):۷۷۔

اُردو کتب

1. اشرف علی تھانوی۔تعلیمات اسلام اور جدید مسائل۔کراچی:مکتبہ دارالاشاعت، ۲۰۰۱۔
2. ابوالاعلیٰ مودودی۔تعلیمات۔لاہور:ترجمان القرآن، ۱۹۹۸۔
3. ڈاکٹر محمد ضیا الحق۔دینی مدارس اور قومی دھارے میں شمولیت۔اسلام آباد:IIUI پریس، ۲۰۱۰۔
4. ڈاکٹر محمود احمد غازی۔محاضرات تعلیم و تربیت۔لاہور:دارالدعوۃ، ۲۰۱۲۔
5. حافظ محمد سلیم۔دینی مدارس:تاریخ، مقام اور کردار۔لاہور:ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۰۸۔
6. محمد الیاس۔مدارس کا عصری کردار۔لاہور:ادارہ تحقیقات اسلامی، ۲۰۱۱۔
7. مفتی تقی عثمانی ۔دینی مدارس اور عصری تقاضے۔کراچی:مکتبہ دارالعلوم، ۲۰۰۵۔
8. یوسف بنوری۔دینی مدارس کا دفاع۔کراچی:جامعہ بنوری ٹاؤن، ۲۰۰۳۔
9. اُردو تحقیقی مقالات جات
10. احمد، زبیر۔دینی مدارس میں عصری علوم کا ادغام:ایک تنقیدی جائزہ۔فکرو نظر،مجلد ۵۵، شمارہ ۳ (۲۰۲۲):۸۸۔۱۰۵۔
11. اشتیاق ، ساجد۔ مدارس کی تعلیمی پالیسی اور عصر حاضر کے تقاضے۔تعلیم و تحقیق، مجلد ۱۱، شمارہ ۲ (۲۰۲۱):٦۵۔۸۱۔
12. بشیر،خالد۔مدارس کے نصاب کی عصری اصلاح:ممکنات و تحدیات۔جامعہ اسلامیہ لاہور جرنل ، شمارہ ۳ (۲۰۲۰):۴۵۔٦۳۔
13. حفیظ ، عامر۔دینی مدارس اور جدید تعلیمی رجحانات۔اسلامی تحقیقات، جلد ۱۴،شمارہ۱ (۲۰۲۲): ۳۳۔۵۰۔
14. محمود ، علی۔دینی مدارس میں سائنسی تعلیم کی ضرورت۔ماہنامہ دارالعلوم کراچی، (۲۰۱۹):۱۲۔۲۵۔
15. یونس، رضوان۔مدارس کے نصاب میں عصری علوم کا اضافہ:ایک تجزیاتی مطالعہ۔الاعلام، مجلد ۳، شمارہ ۲ (۲۰۲۳): ۱۰۲۔۱۱۷۔

ضمیمہ جات

ضمیمہ نمبر1: سروے سوالنامہ

عنوان: مدارس میں عصری علوم کے ادغام پر رائے معلوم کرنے کے لیے تیار کردہ سوالنامہ

تعارف: یہ سوالنامہ مختلف مدارس کے منتظمین ، اساتذہ اور طلبہ سے رائے حاصل کرنے کے لیے تیار کیا گیا، تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ عصری علوم کے ادغام کی موجودہ صورتحال ، رجحانات اور مشکلات کیا ہیں۔

سوالات

- کیا آپ کے ادارے میں عصری علوم (سائنس، کمپیوٹر، انگریزی) پڑھائے جاتے ہیں؟
- اگر ہاں، تو کس سطح تک ؟ (ابتدائی ، متوسط ، اعلیٰ)
- آپ کے خیال میں عصری علوم کا دینی نصاب میں ادغام کس حد تک ضروری ہے؟

- اس ادغام میں سب سے بڑی رکاوٹ کیا ہے؟
  1. وسائل کی کمی
  2. اساتذہ کی کمی
  3. رجحان کی کمی
  4. دیگر-----------
- کیا حکومت یا دیگر ادارے اس میں تعاون کر رہے ہیں؟
- آپ کی رائے میں عملی اقدامات کیا ہونے چاہیں؟

ضمیمہ نمبر 2: انٹرویو ٹرانسکرپٹ

عنوان: ماہرین تعلیم و شریعت سے گفتگو

تعارف: یہ انٹرویوز دینی و عصری تعلیم کے ماہرین کے ساتھ کیے گئے ، تاکہ تحقیقی سوالات کے جوابات تفصیل سے حاصل کیے جاسکیں۔

نمونہ اقتباس

" دینی مدارس میں عصری علوم کا ادغام صرف ایک تعلیمی ضرورت نہیں بلکہ وقت کا سب سے بڑا تقاضا ہے۔ اگر ہم اپنے طلبہ کو جدید دنیا کے چیلنجز سے نمٹنے کے قابل بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں نصاب میں سائنسی ، سماجی اور فنی مضامین شامل کرنے ہوں گے۔ " (مولانا عبدالحکیم ، سرپرست جامعہ دارالعلوم کراچی)

" اصل مسئلہ نصاب کی تبدیلی نہیں ، بلکہ نصاب پڑھانے والے اساتذہ کی تربیت ہے۔ جب تک استاد خود عصری علوم میں مہارت نہیں رکھتے ، طلبہ کو معیاری تعلیم نہیں دی جاسکتی ۔ " (پروفیسر ڈاکٹر زبیر احمد، شعبہ تعلیم، پنجاب یونیورسٹی)

ضمیمہ نمبر 3: شماریاتی جدولیں

عنوان: سروے نتائج کا خلاصہ

تعارف: ذیل کی جدول میں 50 مدارس کے سروے سے حاصل شدہ ڈیٹا کا خلاصہ پیش کیا گیاہے۔

نمبر شمار	سوال	ہاں(%)	نہیں(%)	جزوی(%)
1	عصری علوم پڑھائے جاتے ہیں؟	60	20	12
2	ادغام ضروری ہے؟	80	4	9
3	سب سے بڑی رکاوٹ وسائل کی کمی	50	----	----
4	حکومتی تعاون موجود ہے؟	25	60	----

ضمیمہ نمبر 4: نصاب کا تقابلی چارٹ

عنوان: دینی و عصری نصاب کا موازنہ

تعارف: اس چارٹ میں ایک عام دینی مدرسے اور ایک عصری اسکول کے نصاب کا تقابل پیش کیا گیا ہے، تاکہ خلا اور امتزاج کی گنجائش واضح ہوسکے۔

نمبر شمار	مضمون	دینی مدرسہ (روایتی)	عصری اسکول	مجوزہ امتزاج
1	قرآن و حدیث	ہاں	نہیں	ہاں
2	فقہ و تفسیر	ہاں	نہیں	ہاں
3	سائنس	نہیں	ہاں	ہاں
4	کمپیوٹر سائنس	نہیں	ہاں	ہاں
5	انگریزی زبان	نہیں	ہاں	ہاں
6	مطالعہ پاکستان	نہیں	ہاں	

ضمیمہ نمبر5: سرکاری پالیسی و قانونی حوالہ جات

عنوان: حکومت پاکستان اور تعلیمی بورڈز کی متعلقہ پالیسیز

تعارف: اس ضمیمہ میں وزارت تعلیم پاکستان اور صوبائی حکومتوں کی وہ پالیسیز شامل ہیں جو مدارس میں عصری علوم کے فروغ سے متعلق ہیں۔

1. **وزارت تعلیم کا مدرسہ ریفارمز پروگرام 2010**
2. **متحدہ نصاب تعلیم پالیسی 2020**
3. **قومی تعلیمی پالیسی 2017 کا باب برائے مدارس**

ضمیمہ نمبر6: بین الاقوامی ماڈلز

عنوان: دنیا میں مدارس اور عصری تعلیم کے امتزاج کی کامیاب مثالیں

تعارف: مختلف ممالک میں مدارس نے کس طرح عصری علوم کو اپنے نصاب میں شامل کیا، اس کی چند کامیاب مثالیں۔

ملائیشیا: "انٹیگریٹڈ اسلامک اسکولز " جہاں دینی اور سائنسی مضامین ایک ساتھ پڑھائے جاتےہیں۔

انڈونیشنا: "پونڈوک پیسینٹرن " سسٹم میں جدید لیبز اور لائبریریز کے ساتھ اسلامی نصاب۔

مصر: جامعہ الازہر کا ماڈل جہاں عصری سائنسز کو اسلامیات کے ساتھ لازمی رکھا گیا ہے۔